حقوق القرآن

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

حقوق القرآن

عناوین | صفحہ

حقوق القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد :

گذشتہ چند ماہ سے احقر کے مضامین کا ایک سلسلہ بنگلور کے کثیر الاشاعت و مؤقر اخبار ''روز نامہ سالار'' میں ہر بدھ کو جاری ہے جو دراصل خطباء کرام کو خطبات جمعہ میں تعاون کے لئے محترم ڈاکٹر ممتاز احمد خان صاحب زید لطفہ اور جناب محترم ابراھیم خلیل اللہ خان صاحب زیدت عنایۃً، کی تحریک وفرمائش پر شروع کیا گیا تھا اور اب تک الحمدللہ جاری ہے۔

انہی مضامین میں سے ایک مضمون ''قرآن مجید کے حقوق اور ہماری کوتاہیاں'' کے عنوان پر چار قسطوں میں شائع ہوا تھا، مضمون کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر خفیف ترمیمات اور معمولی اضافوں کے ساتھ الگ کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔اور نام میں بھی لفظی ترمیم کر کے ''حقوق القرآن'' سے موسوم کیا گیا ہے۔

مرشدی حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم کا خاص موضوع حقوقِ قرآن ہے۔ ہر جگہ حضرت والا اس پر توجہ دلاتے ہیں۔ گویا یہ میرا مضمون حضرت والا کے افادات وبسلسلہءحقوق قرآن کی ایک شرح ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے افادات سے امت کو فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس شرح کو بھی امت کیلئے مفید اور میرے لئے ذریعہ وتقرب بنائے۔

میں عزیزی مولوی محسن صدیقی چامراج نگری کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے ان متفرق چار مضامین کی ترتیب کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ فقط

۲۱/جمادی الاولی ۱۴۱۷ — محمد شعیب اللہ خان

اکتوبر/۱۹۹۶ — (مہتمم جامعہ مسیح العلوم بیدواڑی، بنگلور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید اللہ تعالی کا عظیم الشان کلام ہے جو انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کیلئے نازل فرمایا گیا ہے، وہ انکی ہدایت کا سامان بھی پیش کرتا ہے اور ہدایت کا پروگرام ونظام بھی بتاتا ہے۔ اسی قرآن مجید کے ذریعہ حضرت نبی کریم ﷺ نے عرب کی جاہل ووحشی قوم کو دنیا کا ہادی ورہبر بنادیا۔ ان میں کسی کو صدیقیت کے مقام پر اور کسی کو فاروقیت کے مقام پر فائز فرمایا۔ کسی کو حیاء سے ممتاز فرمایا، کسی کو قضاء سے امتیاز بخشا۔ غرض قرآن مجید ہمارا ہادی ورہبر ہے جو ہمیں دنیا میں جینے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے اور آخرت میں کامیابی ونجات پانے کا بھی طریقہ بتاتا ہے۔

اس عظیم الشان خدا کی کتاب کا ہم پر کوئی حق بھی ہے یا نہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کے ہم پر کئی حق ہیں۔

عظمت قرآن:

سب سے پہلا حق قرآن مجید کا یہ ہے کہ اسکی عظمت وبڑائی کا احساس ہو، اس لئے کہ یہ دراصل حضرت حق جل مجدہ کا کلام ہے اور کلام، اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالی کی ذات کی طرح قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات قابل تعظیم ہے، اسی طرح اسکی صفت بھی قابل تعظیم ہے، لہذا قرآن مجید کی عظمت بھی ضروری ہے۔

علما نے فرمایا ہے کہ اس پوری کائنات میں سوائے قرآن مجید کے کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تعلق براہ راست اللہ تعالی کی ذات سے ہو، کیونکہ جتنی چیزیں بھی اس دنیا میں ہیں حتی کہ کعبۃ اللہ بھی وہ سب کی سب اللہ کی مخلوق ہیں، لیکن قرآن مجید اللہ کی مخلوق نہیں بلکہ اللہ کی صفت ہے۔ مخلوق تو حادث وفانی ہوتی ہے، لیکن اللہ کی صفت ازلی وقدیم ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی جیسے اللہ کی ذات کبھی فنا نہ ہوگی۔

فتنۂ خلق قرآن اور امام احمدؒ کا ابتلاء:

یہاں تاریخ کا ایک ورق سامنے آ گیا جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہارون رشید کا بیٹا مامون رشید تھا، اس کے دور خلافت میں ایک عظیم فتنہ نے قرآن مجید کی عظمت کو چیلنج کر دیا جس کے جواب کیلئے علماء حق پوری تندہی کے ساتھ کھڑے ہو گئے اوران علماء حق کے سردار حضرت امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ یہ فتنہ کیا تھا؟ اس زمانے میں ایک گمراہ فرقہ معتزلہ نے یہ کہا کہ قرآن مجید نعوذ باللہ مخلوق ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عظمت قرآن کو چیلنج تھا۔ اس لئے علماء اور خصوصاً امام احمدؒ نے کھل کر اس نظریہ کی تردید ومخالفت کی اور بتایا کہ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی صفت مخلوق نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

معتزلی علماء اس دور میں حکومت سے قرب وتعلق کی وجہ سے مامون رشد پر اپنا اثر ڈالنے لگے اور اس نے ان کی گمراہی کو قبول کر کے اسی گمراہ عقیدوں کو حکومت و طاقت کی بنیاد پر پھیلایا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اس کو قبول کرو۔ علماء حق کو سزائیں دی گئیں اور خصوصاً امام احمد بن حنبلؒ کیلئے بہت بڑا ابتلاء وآزمائش کا موقع تھا۔ آپ کو قید خانے کے حوالے کر دیا گیا اور روزانہ ستر ستر کوڑے پشت پر مارے جاتے تھے اور مجبور کیا جاتا تھا کہ قرآن کو مخلوق مان لو اور عوام میں اسی بات کا فتوی دو، مگر آپ نے عظمتِ قرآن کی حفاظت کیلئے جان دینا گوارا کیا، قرآن کو مخلوق کہہ کر اسکی عظمت داغدار کرنا گوارا نہ کیا۔ غرض یہ کہ قرآن مجید اللہ کی عظیم الشان صفت ہے جس کی عظمت کرنا فرض ہے۔

قول ثقیل کی تفسیر:

اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴾[مزمل:۵]

(ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار)

اس سے مراد یہی قرآن مجید ہے اور وزنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہایت ہی عظمت والا کلام ہے جیسے ہم لوگ بھی کسی کی عمدہ اور اچھی بات کو سن کر کہتے ہیں کیا بھاری بات انھوں نے کہی ہے۔ یہاں بھاری سے مراد عظیم وعمدہ ہے۔یہی معنی یہاں آیت میں ہیں۔

قرآن کی عظمت کا اثر مخلوقات پر:

اور اسی عظمت و بھاری پن نے تمام مخلوقات کو قرآن کے سامنے عاجز کر دیا اور جب اللہ تعالی نے اس امانت کو زمینوں، آسمانوں اور پہاڑوں جیسی بڑی اور بھاری و عظیم مخلوقات پر پیش کیا تو وہ سب گھبرا گئے اور اس کو سنبھالنے سے عذر کر دیا۔ قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے:

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الأَمَانَةَ عَلی السَّمٰواتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَیْنَ أن یَّحْمِلْنَهَاوَأشْفَقْنَ مِنْهَاوَحَمَلَهَاالْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾

(احزاب:۷۲)

(یعنی ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں اور زمین کو اور پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اسکو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اسکو انسان یہ ہے بڑا بے ترس نادان)

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿لَوْأنْزَلْنَا هٰذاالْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ﴾[حشر:۲۱]

کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تو دیکھتا کہ وہ اللہ کی خشیت اور خوف سے دب گیا ہے اور پھٹ گیا ہے۔

اللہ اکبر! پہاڑ کتنی عظیم اور ثقیل چیز ہے، مگر اس کے باوجود اللہ کے کلام کی عظمت و ثقل نے اس کو دب جانے اور پھٹ جانے پر مجبور کر دیا۔

نزولِ قرآن کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کی کیفیت :

قرآن کی عظمت وجلالت اور اس کی بڑائی و بزرگی کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

"قَالَتْ عَا ئِشَةُ ؓ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِالْبَرْدِفَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا "(۱)

(حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول کو دیکھا کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو وحی کے ختم ہونے کے بعد آپ کی پیشانی پر سے پسینہ بہنے لگتا)

حضرت یعلی بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ جعرانہ مقام پر تھے، ایک صاحب نے عمرہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ پر اسی دوران وحی نازل ہوئی آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے مجھے اشارہ کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ میں کپڑے میں جھانک کر دیکھا تو آپ کا چہرا سرخ ہو گیا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے۔ (۲)

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ آپ پر یہ کیفیت وحی کی شدت کی وجہ سے تھی۔

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ اِذَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذَالِكَ وَتَرَ بَّدَلَهُ وَجْهُهُ". (۳)

(۱) بخاری:۲/۱، ترمذی:۲۰۵/۲، نسائی:۱۴۹/۱ (۲) مسلم:۳۷۳/۱ (۳) مسلم:۶۵/۲

حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تو اس کی وجہ سے آپ کو بوجھ معلوم ہوتا اور تکلیف معلوم ہوتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ

"عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ :كُنْتُ اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَغَشِيَتْهُ السَّكِيْنَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِىْ فَمَا وَجَدْتُ ثِقْلَ شَىْءٍ أَثْقَلَ مِنْ فَخِذِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔"(۱)

(حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بازو تھا کہ آپ کو (نزول وحی کے وقت) سکینہ نے ڈھانپ لیا، اور آپ کی ران مبارک میری ران پر پڑ گئی تو میں نے محسوس کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ران سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہے)

غور کیجئے کہ اللہ کی وحی اور اللہ کا کلام کس قدر عظیم وثقیل چیز ہے کہ نبی کریم ﷺ اسکی وجہ سے سخت سردی میں پسینے میں شرابور ہو جاتے ہیں اور آپ کا بدن مبارک اسکے وزن سے وزنی ہو جاتا ہے حتی کہ صحابہ بھی آپ کے وزن کو محسوس فرماتے ہیں۔ چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور خراٹے جیسی آواز زبان مبارک سے نکلتی ہے۔

یہ ہے اللہ کا کلام اس کی عظمت و بڑائی کو دیکھو، اس کی شان وجلالت کا اندازہ کرو، اس کی بزرگی و بلندی کا احساس کرو۔

ہماری غفلت شعاری:

اسی کے ساتھ ہماری غفلت شعاری کی طرف بھی ایک نظر کیجئے کہ ایسے عظیم کلام کی ہمارے دلوں میں کتنی عظمت پائی جاتی ہے۔ کیا آج ہم لوگ قرآن مجید کی تعلیم کو وہی اہمیت دیتے ہیں جو اسکولوں کی تعلیم کو دیتے ہیں۔ عام حالت کے اعتبار

(۱) ابوداؤد: ۱/۳۳۹

سے اس کا جواب یہی ہے کہ نہیں۔ دیکھئے آج اسکولوں کی عصری تعلیم کیلئے روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، اسکے لئے رشوت دیکر سیٹ لی جاتی ہے، مگر کیا قرآن پاک کی تعلیم کا بھی ایسا اور اتنا اہتمام ہم لوگ کرتے ہیں، بلکہ بعض تو نعوذ باللہ قرآن کی تعلیم کو فضول خیال کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قرآن کی کوئی عظمت نہیں ہے۔ خیر ایسے تو بہت کم لوگ ہیں مگر قرآن کی تعلیم کا اہتمام نہ کرنے والے تو لاکھوں کی تعداد میں ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دنیوی وعصری علوم کی جتنی اہمیت لوگوں کو ہے قرآن کی اتنی نہیں ہے۔ لہذا قرآن کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کی تعلیم کی اہمیت اپنے دلوں میں پیدا کی جائے۔

عظمت قرآن کے تقاضے:

بہر حال ہمیں قرآن مجید کی عظمت کو محسوس کرنا چاہئے۔ یہ اس کا پہلا حق ہے اور اس حق کے کچھ تقاضے بھی ہیں جس کو پورا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی عظمت دل میں ہے۔ وہ تقاضے کیا ہیں۔ ایک تقاضا یہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں، اس لیے کہ جس کی عظمت دل میں ہوتی ہے اسکو ماننا ایک فطری بات ہے۔ اس لیے قرآن پر ایمان لانا عظمتِ قرآن کا لازمی تقاضا ہے۔ دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اسکی تعلیم خود بھی حاصل کی جائے اور اپنے بچوں اور ماتحتوں کو بھی اسکی تعلیم دی جائے۔ اسی طرح ایک تقاضا اسکا یہ ہے کہ قرآن مجید کا احترام کیا جائے، اسکی ادنی سی بھی بے ادبی نہ کی جائے۔ ان تینوں تقاضوں کو ذرا تفصیل سے عرض کروں گا۔

عظمت قرآن کا پہلا تقاضا؛ ایمان بالقرآن:

عظمت قرآن کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالی کا مقدس کلام سمجھا جائے اور یقین رکھا جائے کہ اس میں جو

کچھ فرمایا گیا ہے اور جو احکامات نازل کیے گئے ہیں وہ سب صداقت وحقانیت پر مبنی اور ہدایت پر مشتمل ہیں۔اس کی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی، خلاف واقعہ نہیں ہوسکتی اور کوئی حکم خلاف حکمت نہیں ہوسکتا۔قرآن پر ایمان لانے کا حکم صاف طور پر قرآن میں دیا گیا ہے:

﴿ وَآمِنُوْ ا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّ قًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾(بقرہ:۴۱)

(جو میں نے نازل کیا ہے (قرآن) جو تمہارے پاس کی کتابوں (توریت ،انجیل) کی تصدیق کرتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔

ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْاآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتَابِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾(نساء:۱۳۶)

اے ایمان والوں! ایمان رکھواللہ پر اور اسکے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے۔

غرض یہ کہ قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان بھی نہیں ہوسکتا۔

دوسرا تقاضا؛تعلیم القرآن:

عظمت قرآن کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کی فکر کی جائے اور اپنے بچوں اور ماتحتوں کو بھی تعلیمِ قرآن سے آراستہ کرے۔ کیونکہ جب اسکی عظمت دل میں ہے اور اسکے نتیجہ میں قرآن پر ایمان بھی ہے کہ یہ ساری صداقتوں کا جامع اور تمام ہدایتوں کا منبع ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس پر چلنے میں نجات مضمر ہے تو اسکے علوم کو جاننا اور اپنے بچوں کو بھی انکی تعلیم دینا لازم ہوا۔ ورنہ یہ کیسی عظمت اور کیسا ایمان ہے کہ قرآن کو پڑھنا اور اسکے علوم کو جاننا نہیں چاہتا۔

اس لیے ہمیں قرآن کو سیکھنے اور اس کے احکام کو معلوم کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ:

"خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ"(۱)

(یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے)۔

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ:

"عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ هٰذَا."(۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرائض (میراث کے مسائل) کا اور قرآن کا علم حاصل کرلو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں دنیا سے جانے والا ہو۔

❁ قرآنِ مجید وحدیث کا تلازم:

اور قرآن کے ساتھ احادیث کا علم بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں تلازم اور حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"أَلَااِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَايُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَان عَلٰى عَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنَ فَمَاوَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَاوَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ.وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ" الخ (۳)

(خبردار ہو کہ مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے خبردار ہو کہ

(۱) بخاری:۲/۷۵۲، ابوداؤد:۱/۲۰۵، ترمذی:۲/۱۱۹(۲) ترمذی:۲/۲۹(۳) ابوداؤد:۲/۶۳۲، ابن ماجہ:۳

عنقریب شکم سیر انسان اپنے تخت پر بیٹھے کہے گا کہ تم پر لازم ہے کہ قرآن کو پکڑ لو، بس جو تم اس میں حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور جس کو اس میں حرام دیکھو اسکو حرام سمجھو۔ (اللہ کے رسول ﷺ) فرماتے ہیں کہ بلا شبہ اللہ کا رسول جس کو حرام قرار دے وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ پر ایک اور چیز بھی نازل ہوئی، وہی حدیث وسنت کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر ایمان اور اسکی عظمت ومحبت بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے قرآن کی عظمت ومحبت اور اس پر ایمان ضروری ہے۔

الغرض قرآن کے ساتھ حدیث کا علم حاصل کرنا بھی لازم ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسکو ضروری قرار دیا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ بغیر حدیث کے قرآن کا نہ فہم حاصل ہو سکتا ہے اور نہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بہت سی آیات میں اجمال ہے جسکی تفصیل حدیثوں میں آئی ہے اور بہت سی آیات میں ابہام ہے جس کا بیان حدیثوں میں ہے۔ اب حدیثوں کے بغیر ان آیات کو کس طرح سمجھا جا سکتا ہے اور کس طرح ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً قرآن میں نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر نماز کے ارکان، آداب، اس کی کیفیت وطریقہ، اسکی تعداد واوقات وغیرہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، بلکہ احادیث میں ہے۔ تو نماز کا حکم بغیر حدیث کے کیسے سمجھا جائے گا اور کس طرح عمل میں لایا جائے گا۔

الغرض قرآن کے ساتھ حدیث کا علم بھی ضروری ہے اور یہ جس طرح اپنے لئے ضروری ہے اسی طرح اپنے ماتحتوں اور بچوں کیلئے بھی ضروری ہے۔

دوزخ سے بچو اور بچاؤ:

چنانچہ قرآن میں حکم دیا گیا ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (تحریم:٦)

(اے ایمان والو! تم اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ)

حضرت علیؓ سے اسکی تفسیر میں مروی ہے کہ مراد یہ کہ اپنے اہل وعیال کو دین کا علم سکھاؤ اور ادب کی تعلیم دو۔

بہرحال یہ ضروری ہے کہ خود کو اور اپنے ماتحتوں کو علم دین سے آراستہ کیا جائے اور قرآن پاک اور حدیث شریف کا علم سیکھا اور سکھایا جائے۔ یہ بھی قرآن کی عظمت کا ایک لازمی تقاضا ہے۔

ایک ضروری بات پر تنبیہ:

یہاں ایک ضروری بات کی طرف ذہن منتقل ہو گیا وہ یہ کہ قرآن وحدیث اور دین کا علم ماہر استادوں سے حاصل کرنا چاہئے۔ آج لوگ دین کا علم جاہلوں سے حاصل کرتے ہیں کس قدر حیرت وافسوس کا مقام ہے۔ کیا ہم ڈاکٹری کی یا انجینئری کی تعلیم کسی اناڑی سے حاصل کرتے ہیں؟ نہیں! تو پھر دین کی تعلیم کیلئے جاہلوں پر کیوں اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی اور دین کی عظمت نہیں ہے۔ اگر عظمت ہوتی تو اس کے لئے جاہلوں اور ناقصوں کو نہ چنا جاتا۔ پھر یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ سستا آدمی مل جائے اور سستا جو ہوگا وہ ایسا ہی ہوگا۔ حالانکہ یہ لوگ دنیوی تعلیم کیلئے ہزاروں سے گذر کر لاکھوں بھی خرچ کر دیتے ہیں۔ صرف سیٹ حاصل کرنے کیلئے ہزاروں روپئے ڈونیشن دیتے ہیں، مگر علم دین کیلئے سستا آدمی تلاش کرتے ہیں۔ یہ بات صحیح نہیں ہے اور عظمتِ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن کی عظمت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کے لیے سب کچھ قربان کر کے صحیح علم حاصل کیا جائے۔

عظمت قرآن کا ایک واقعہ

اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک بادشاہ کا لڑکا ایک استاذ کے پاس علم حاصل کرتا تھا۔ایک مرتبہ بادشاہ استاذ سے ملنے آئے اور قرآن کی تعلیم کو دیکھ کر خوش ہوئے اور استاذ کو دس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی دی۔استاذ نے بادشاہ سے کہا یہ تو بہت ہیں ہم نے کیا ہی کیا ہے، جو اتنا بڑا انعام ملے؟ بادشاہ واپس ہو گئے اور جا کر حکم بھیجا کہ کل سے آپ میرے بچے کو تعلیم نہ دیں۔استاذ حیرت میں پڑ گئے کہ کیا قصہ ہے۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ کیا خطا ہو گئی کہ آپ نے آپ کے صاحبزادے کو پڑھانے سے منع فرما دیا؟ بادشاہ نے کہا کہ جب آپ نے قرآن کی تعلیم کے مقابلہ میں دس ہزار اشرفیوں کو بھاری سمجھا تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن سے زیادہ اشرفیوں کے قائل ہیں اسلئے میں نے یہ حکم دیا۔

پہلے تو ایسے لوگ ہوتے تھے اور آج سب سے کم تنخواہ ان کی ہوتی ہے جو قرآن پڑھاتے ہیں اس لئے اچھا پڑھانے والے بھی میسر نہیں آتے اور جاہلوں سے پڑھنا پڑتا ہے،لہٰذا یہ بات قابلِ اصلاح ہے اس پر توجہ دینا چاہئے۔

قرآن مجید کا احترام کیجئے:

عظمت قرآن کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔مثلاً قرآن کو نیچے رکھ دینا، اس کی بے حرمتی اور بے ادبی ہے۔لہٰذا قرآن مجید کو نیچے نہ رکھا جائے یا مثال کے طور پر قرآنِ مجید کی طرف پیر کرنا بے ادبی و بے حرمتی ہے۔لہٰذا اس سے بھی احتیاط کرنا چاہئے۔ یہاں ایک خاص بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کی طرف حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم متوجہ فرمایا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آج عام طور پر مساجد و مدارس اور گھروں سب جگہ پر قرآنِ مجید کو بغیر جزدان کے کھلے رکھنے کا رواج ہو گیا ہے۔حالانکہ چند سال قبل ہر جگہ پورے اہتمام و

احترام سے قرآن کو جزدان میں رکھا جاتا تھا، مگر آج اس کو لوگوں نے تقریباً ختم کردیا ہے، جو دلیل ہے اس کی کہ قرآن کا احترام اور عظمت کم ہونے لگی ہے۔ بزرگوں نے دو وجہ سے جزدان کا رواج ڈالا تھا۔ ایک یہ کہ دھول وغبار سے حفاظت ہو۔ دوسرے یہ کہ کبھی بے خبری میں ایسا نہ ہو کہ بے وضو کوئی قرآن مجید کو ہاتھ لگادے۔

بہرحال قرآن کی عظمت واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو جزدان میں رکھا جائے اور جہاں رکھا جائے وہاں نیچے بھی کوئی کپڑا ڈالا جائے۔

میرے شیخ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ مساجد میں امام کیلئے الگ مصلّیٰ ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ دو دو تین تین مصلّے ہوتے ہیں۔ یہ کیوں؟ امام کی عظمت کے لئے، اب سوچئے کہ امام کی عظمت زیادہ ہے یا قرآن کی؟ ہر کوئی یہی کہے گا کہ قرآن کی عظمت امام سے زیادہ ہے تو جب قرآن کی عظمت زیادہ ہے تو امام کی طرح قرآن کے نیچے بھی کپڑا ڈالنا چاہئے۔

ایک جگہ حضرت والا تشریف لے گئے۔ بیان فرمایا۔ بیان کے بعد ایک قرآن جو الماری پر رکھا تھا اس پر جا کر ہاتھ رکھا تو ہاتھ پر قرآن پر جمی ہوئی دھول لگ گئی تو کچھ لوگوں نے حضرت کا ہاتھ صاف کرنا چاہا تو فرمایا کہ افسوس کہ میرے ہاتھ پر دھول لگنے کی فکر ہے، مگر قرآن دھول میں اتنا ڈوبا ہوا ہے مگر کسی کو اس کی عظمت کا خیال نہیں۔ غرض قرآن کی عظمت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے بزرگوں نے رحل کو تجویز فرمایا تھا۔ مگر آج اسکی جگہ تپائی کا رواج ہوگیا ہے حتیٰ کہ مدارس میں بھی اسی کا رواج ہوگیا ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ قرآن کیلئے مخصوص کرسی ہونا چاہئے جیسے بادشاہ کی کرسی مخصوص ہوتی ہے۔ اور قرآن کی مخصوص کرسی رحل ہے۔ رہی تپائی تو وہ ایک عام چیز ہے اس پر کتاب بھی

رکھ سکتے ہیں۔ کھانا بھی رکھ سکتے ہیں اور چیزیں رکھی جاسکتی ہیں تو قرآن کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی کرسی مخصوص ہو۔ لہذا تپائی پر قرآن رکھنا اگر چہ جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ رحل پر رکھا جائے۔ بہر حال یہ چند باتیں عظمتِ قرآن کے سلسلے میں عرض کی گئی ہیں۔

محبت قرآن:

قرآن مجید کا دوسرا حق یہ ہے کہ قرآن مجید سے محبت ہو، کیونکہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے اور کلام صاحب کلام کی معرفت کا بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالی کی محبت ضروری ہے تو اس کی معرفت کیلئے اس کے کلام کی محبت بھی ضروری ہے، اسی طرح کلام ذریعۂ تقرب بنتا ہے اور اللہ کی قربت مطلوب ہے تو اسکا ذریعہ بھی محبوب ومطلوب ہونا چاہئے۔ لہذا کلام اللہ وقرآن مجید سے محبت ضروری ہے۔

کلامِ خداوندی آئینۂ جمالِ خداوندی ہے:

اور یہ جو میں نے کہا کہ کلام صاحبِ کلام کی معرفت کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ یہ بات نہایت واضح ہے کیونکہ عام طور پر کلام ہی کے ذریعہ کسی کے کمالاتِ باطنی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علم وفضل، تقوی و پرہیز گاری، عقل وبصیرت وغیرہ جاننا ہوتو کلام اسکا بڑا ذریعہ ہے۔ اسی طرح کلام ہی سے لوگوں کی جہالت وخباثت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ تو کلام ایک آئینہ ہے جس سے صاحبِ کلام کو جانا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کا کلام اللہ کے کمال و جمال کا آئینہ ہے تو جسکو یہ خواہش ہو کہ وہ اللہ کو دیکھے اسکو چاہئے کہ وہ اللہ کے کلام کو پڑھے اور اس کے معانی ومضامین، اسکے اسلوب و انداز، اسکی فصاحت و بلاغت اور اسکی حلاوت و لطافت سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرے۔ یہی ہے اللہ کے کلام کی محبت۔

عالمگیرؒ کی صاحبزادی کا واقعہ:

مجھے اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ حضرت عالمگیرؒ کے زمانہ میں ایک مرتبہ شاہِ ایران کی زبان سے بے ساختہ ایک مصرعہ بن گیا جو بے تکا سا تھا۔ شاہِ ایران نے درباری شعراء سے مطالبہ کیا کہ اس مصرعہ کا جوڑ لگا کر شعر پورا کرو۔ شعراء حیران ہوئے کہ بے جوڑ اور بے تکے مصرعہ کا کیا جوڑ لگائیں۔ جب ان سے نہ بن سکا تو شاہِ ایران نے عالمگیرؒ کو لکھا کہ ہندوستان کے شعراء اس مصرعہ کا جوڑ بنائیں اور اس پر اس نے انعام بھی رکھا، مگر کوئی ہندوستانی شاعر بھی اس کا جوڑ نہ بنا سکا۔ ایک دفعہ اتفاق سے عالمگیرؒ کی شاہزادی زینب سے اس کے مناسب ایک مصرعہ بن گیا اور اس مصرعہ نے اس بے معنی مصرعہ کو بھی بامعنی بنا دیا۔ حضرت عالمگیرؒ نے نام بتائے بغیر یہ مصرعہ شاہِ ایران کو لکھ بھیجا کہ ایک ہندوستانی شاعر نے آپ کے مصرعہ کا یہ جوڑ بنایا ہے۔ شاہِ ایران بہت خوش ہوا اور وہاں کے شعراء کو بھی سنایا تو وہ بھی خوش ہوئے اور مطالبہ کیا کہ آپ اس ہندوستانی شاعر کو ایران بلائیے کہ ہم اسکی زیارت کریں اور اس سے استفادہ کریں چنانچہ شاہِ ایران نے عالمگیرؒ کو لکھا کہ اپنے شاعر کو یہاں بھیجیں کہ ہم اس کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ عالمگیرؒ کو پریشانی ہوئی کہ اپنی لڑکی کو وہاں کیسے بھیجیں۔ انہوں نے اپنی لڑکی سے اس کا ذکر کیا۔ لڑکی نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں اس کے جواب میں ایک شعر بناتی ہوں وہ شعر آپ ایران کو روانہ کر دیں۔ جسکا ترجمہ یہ ہے

یعنی میں میرے کلام میں اس طرح مخفی و پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول کے پتوں میں مخفی ہوتی ہے۔ لہذا جو مجھے دیکھنا چاہتا ہے وہ میرا کلام دیکھ لے۔

اسی طرح اللہ کی محبت رکھنے والا اگر اللہ کو دیکھنا چاہے تو وہ اللہ کے کلام کو دیکھے اور اس میں اس کو اللہ تعالی کا جمال اور اس کا کمال نظر آئے گا۔ غرض اللہ کے کلام کی محبت بھی اس کا ایک حق ہے۔

۞ قرآن سے محبت پر جنت کی بشارت:

"عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ (قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ) قَالَ اِنَّ حُبَّکَ اِیَّا ھَا یُدْخِلُ الْجَنَّۃَ۔ " (۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں سورہ قل ھواللہ احد سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا اس سورہ کو محبوب رکھنا تجھے جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ اکبر! جب ایک سورت سے محبت پر یہ بشارت ہے تو فرمایئے کہ پورے قرآن سے محبت اور تمام سورتوں سے محبت پر کیا کچھ نہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ قرآن سے محبت جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

۞ قرآن سے محبت اللہ کی محبت کا ذریعہ:

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ قرآن سے محبت ذریعہ ہے اس بات کا کہ اللہ تعالی کی محبت حاصل ہو جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

"عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَعَثَ رَجُلاً عَلٰی سَرِیَّۃٍ وَ کَانَ یَقْرَأُ لِاَصْحَابِہٖ فِی صَلَاتِھِمْ فَیَخْتِمُ بِقُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوا ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ سَلُوْہُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَأَلُوْہُ فَقَالَ لِاَنَّھَا صِفَۃُ الرَّحْمٰنِ فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَ بِھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَخْبِرُوْہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّہٗ۔" (۲)

نبی کریم ﷺ نے ایک صحابیؓ کو امیر بنا کر جہاد میں بھیجا۔ ان صحابی کی عادت تھی کہ ہر نماز کی دوسری رکعت کے آخر میں یا ہر رکعت کے آخر میں سورہ قل ھواللہ احد پڑھتے۔ جب یہ فوج واپس ہوئی تو صحابہ نے ان صحابی کے اس عمل کا ذکر اللہ کے

(۱) ترمذی: ۲/۱۱۸ (۲) مسلم: ۱/۲۷۱

رسول علیہ السلام کے سامنے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان صحابی نے بتایا کہ اس صورت میں رحمٰن یعنی اللہ تعالی کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس لئے مجھے اس سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا ان صحابیؓ کو بتادو کہ اللہ تعالی بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ یعنی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالی تم سے محبت کرتا ہے۔

اور جو پورے قرآن سے محبت کرتا ہے اس کا تو کیا ٹھکانہ ہے۔ مگر یہاں یاد رکھئے کہ ان صحابی کو صرف ایک سورت سے محبت نہیں تھی، بلکہ محبت تو پورے قرآن سے تھی، ہاں زیادہ محبت اس سورت سے تھی۔ غرض یہ کہ قرآن مجید سے محبت رکھنا اس کا حق ہے اور لازم وضروری ہے۔

ہماری حالت کا جائزہ:

اب ہماری حالت کا جائزہ لیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالی کے کلام سے محبت رکھتے ہیں اور اس کا یہ حق ہم سے ادا ہو رہا ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کلام مجید سے محبت نہ رکھتا ہو بلکہ بات اکثر کی ہو رہی ہے۔ بعض اللہ کے بندے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جو دین پر چلیں گے۔ مگر اکثر کی حالت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہی کہنا پڑے گا کہ ہم میں قرآن مجید کی محبت نہیں۔ نوجوانوں کو جتنا شوق وذوق اور جتنی محبت فحش لٹریچر، عریاں ناول اور گندے رسائل سے ہے۔ سوچئے کہ کیا قرآن مجید کا ایسا شوق ہے، ذوق ہے، محبت ہے۔

ٹی وی کا جتنا شوق ہے کیا قرآن کا اس قدر ذوق وشوق ہے؟ فلمی گانوں اور فلمی کہانیوں سے تو محبت ہے، مگر قرآن سے ایسی الفت ومحبت نہیں ہے۔ اس لیے مشاہدہ ہے کہ فحش باتیں، گالیاں اور فلمی گانے وکہانیاں، عشقیہ اشعار ونظمیں تو نوجوانوں بلکہ بچوں کو بھی یاد ہیں، مگر صحیح قرآن نہیں پڑھ سکتے اور دو چار سورتیں بھی

ڈھنگ سے یاد نہیں۔ کیا یہ بات اس بات کی دلیل نہیں کہ ہم میں قرآن مجید کا شوق و ذوق اور اس کی محبت نہیں ہے۔

اگر محبت ہوتی تو ہم اس کو پڑھتے یاد کرتے اور ہماری زبانیں اس سے تروتازہ رہتیں اور دوسروں کو بھی سناتے اور خود بھی متأثر ہوتے اور دوسروں کو بھی متأثر کرتے۔

ایک بڑھیا کا قرآن سے عشق:

اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت امام عبداللہ ابن مبارکؒ جو جلیل القدر محدث اور رفیع الشان فقیہ اور اکابر صوفیا میں سے ہیں۔ وہ ایک مرتبہ حج کو گیے، حج کے بعد کسی جگہ جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ محسوس ہوا کہ کوئی چیز کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو محسوس ہوا کہ کوئی انسان ہے، انہوں نے سلام کیا تو اس کپڑے کے اندر سے ایک بوڑھی عورت نے جواب دیا، امام ابن مبارک نے اس سے مختلف سوالات کئے تو آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب کہ اس نے ہر سوال کے جواب میں قرآنی آیات پڑھیں جن سے ان سوالات کا جواب نکلتا تھا۔ واقعہ بہت تفصیلی اور لمبا ہے۔ یہاں چند سوالات اور ان کے جوابات جو ان دونوں کے مابین ہوئے وہ نقل کرتا ہوں۔

امام صاحب نے پوچھا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ وہ کہنے لگی:

''وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِىَ لَهُ'' (اللہ جس کو گمراہ کردے اسکا کوئی رہنما نہیں)

امام صاحب نے سمجھ لیا کہ یہ راستہ بھٹک گئی ہے۔ اس لئے پوچھا کہاں جانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے قرآن کی آیت پڑھی:

﴿سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى﴾ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی)

آپ سمجھ گئے کہ یہ مکہ سے بیت المقدس جا رہی ہے اور راستہ بھٹک گئی ہے۔ عبداللہ ابن مبارک نے پوچھا کہ کتنے دن سے یہاں بیٹھی ہو؟ کہنے لگی:

"ثَلاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا" (پورے تین راتوں سے)

آپ نے پوچھا کیا کچھ کھاؤ گی؟ کہنے لگی:

"اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّليلِ" (کہ روزوں کو رات تک پورا کرو)

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں راستہ میں ترنم سے شعر پڑھنے لگا تو اس بوڑھیا نے کہا:

"فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنَ" (قرآن میں سے جو ہو سکے پڑھو)

اس طرح جتنے سوالات حضرت عبداللہ ابن مبارک نے کیے وہ عورت ہر سوال کا جواب قرآن کی آیات ہی سے دیتی۔ جب وہ اس کے بیٹوں کے پاس اس کو پہونچا چکے، تو ان سے پوچھا کہ تمہاری ماں کیا قرآن کے سوا کچھ نہیں بولتی؟ تو اس کے بیٹوں نے بتایا کہ ہماری ماں نے عہد کیا ہے کہ قرآن کے سوا کچھ نہیں بولوں گی اور یہی حالت ان کی چالیس سال سے ہے۔ اللہ اکبر! کیا عشق و محبت ہے قرآن سے اس طرح قرآن سے محبت ہو۔ یہ قرآن کا دوسرا حق ہے۔

تلاوتِ قرآن:

اور تیسرا حق یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یعنی اسکو پڑھا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید ایک طرف قانونی کتاب ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے نام ایک خط ہے۔ بادشاہ کی طرف سے قانون نامہ یا حکم نامہ آئے یا محبوب کی طرف سے کوئی خط ملے تو اسکو نہ پڑھنا اور اٹھا کر ایک طرف ڈال دینا کتنا بڑا جرم ہے یا کس قدر بے وفائی ہے۔ اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ اسی طرح

قرآن کا نہ پڑھنا ایک طرف قانونی جرم ہے تو دوسری طرف اپنے محبوب حقیقی سے بے وفائی بھی ہے۔اس لئے ہمیں تلاوتِ قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور اسکی ترغیب دلائی گئی ہے۔

ایک جگہ خود قرآن میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ﴾ (کہف:۲۷)

(اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے رب کی کتاب سے)

اس میں نبی کریم ﷺ کو حکم ہے کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔ جب آپ کو حکم ہے تو آپ کے واسطے سے تمام امت کو بھی حکم ہوگا۔

تلاوت کے فضائل وفوائد:

پھر تلاوت کے بڑے فضائل ہیں اور کتب حدیث میں مستقل عنوان کے تحت ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں ایک دو فضائل وفوائد ذکر کرتا ہوں۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَاِ نَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعًا ."(۱)

یعنی قرآن پڑھو بلاشبہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کا سفارشی بن کر آئے گا۔

دیکھئے قرآن پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے کہ قیامت کے دن قرآن سفارشی بن کر آئے گا اور پڑھنے والے کی سفارش کریگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

"عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیَعْمَلُ

(۱) مشکوۃ:۱۸۴

بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَایَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ . "(۱)

قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج کی سی ہے جسکی بو بھی خوشگوار ہے اور مزہ بھی خوشگوار ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کہ اسکا مزہ میٹھا ہے مگر خوشبو نہیں ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اسکو ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس کے برابر ہو گی (یعنی ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی) پھر فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے۔ (۲)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ غور فرمائیے کہ جب ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں تو مستقل قرآن مجید کی تلاوت پر کتنا ثواب اور کتنی نیکیاں ملتی ہوں گی۔

❁ تلاوت قرآن پر نزول سکینہ :

نیز تلاوتِ قرآن مجید کا ایک فائدہ یہ ہے کہ تلاوت کے وقت اللہ کی طرف سے سکینہ اور فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ ایک دفعہ قرآن پڑھ رہے تھے، رات کا وقت تھا اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کرر ہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا، اچانک وہ اچھل کود کرنے لگا تو صحابی خاموش ہو گئے تو وہ بھی ٹھہر گیا، پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو وہ اچھلنے لگا، ایسے ہی تین دفعہ ہوا۔ انکا بچہ گھوڑے کے قریب تھا جس کا نام یحیی تھا۔ ان صحابی کو خوف ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا اس بچہ کو روند نہ ڈالے۔ اسلئے انہوں نے بچہ کو وہاں سے ہٹا لیا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا تو عجیب منظر نظر آیا کہ ایک بادل ہے اس میں چراغ

(۱) مشکوٰۃ: ۱۸۴ (۲) ریاض الصالحین: ۳۲۴

کے مانند بہت سی روشنیاں ہیں۔انھوں نے یہ قصہ اللہ کے رسول ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا کہ اسید! تم پڑھتے رہتے تو اچھا ہوتا، جانتے ہو وہ کیا تھا؟ حضرت اسیدؓ نے فرمایا کہ نہیں، تو آپ نے بتایا کہ یہ اللہ کی طرف سے فرشتے آئے تھے جو تمہاری تلاوت کی آواز کی وجہ سے قریب ہو گئے تھے۔اگر آپ پڑھتے ہی رہتے تو فرشتے لوگوں کو دکھائی دیتے۔(۱)

تلاوت کے دنیوی فوائد:

حضرات! یہ جو کچھ عرض کیا گیا یہ قرآن مجید کے اخروی فوائد و برکات اور روحانی فضائل وثمرات ہیں اور مؤمن کیلئے یہی اصل سرمایا ہیں۔لیکن اسی کے ساتھ اس کی برکات سے دنیوی فوائد وثمرات بھی حاصل ہوتے ہیں۔اگر کوئی اخروی فوائد کے لیے کرنا نہ چاہتا ہو تو کم از کم دنیوی فوائد کے لیے ہی سہی تلاوت کا معمول بنالے یہاں چند فوائد کی طرف اشارہ کروں گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جس کو قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر اور میرے سے سوال کرنے سے مشغول کر دیا میں اسکو مانگنے والوں سے بہتر عنایت کروں گا۔(۲)

کتنا بڑا فائدہ ہے کہ تلاوت میں مشغول رہنے والے کو مانگنے والوں سے زیادہ اور بہتر ملے گا اور اس میں دین و دنیا کی سب چیزیں آ گئیں۔

ایک مرسل روایت میں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن کے اول حصہ میں سورۂ یسین کی تلاوت کر لی، اسکی تمام حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔(۳)

اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے رویت ہے کہ:

---

(۱) بخاری:۲/۲۵۰،مسلم:۱/۲۶۹(۲)مشکوۃ:۱۸۶(۳)مشکوۃ:۱۸۹

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھتا ہے، اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ ''سورۂ فاتحہ ہر بیماری کیلئے شفا ہے''۔(۲)

اور بعض روایات میں ہے کہ ''قرآن اور شہد دو شفاؤں کو پکڑ لو''۔(۳)

غرض قرآن شفا ہے۔ حاجت وضرورت کی تکمیل کا باعث ہے۔ فاقہ ومصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ تو اس میں اخروی فوائد بھی ہیں اور دنیوی فوائد بھی ہیں۔

عاملوں کے چکر میں نہ پھنسیں:

بہت سے لوگ قرآن کو چھوڑ کر جوگیوں، سادھوؤں اور غلط کار عاملوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآن پڑھنا شروع کردیں تو اس سے ان کی بہت سی پریشانیاں دور ہوجائیں اور دنیوی نعمتیں اور راحتیں بھی حاصل ہوجائیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بعض مسلمان عورتیں برقعہ پوش اللہ کو چھوڑ کر مندروں میں سادھوؤں کے پاس اور چرچوں میں عیسائی پادریوں کے پاس جاتی ہیں اور اپنی ضروریات وحاجات کے لیے کہتی ہیں۔ اور وہ لوگ کفریہ وشرکیہ اعمال بتاتے ہیں اور بعض لوگ جاہل قسم کے عاملوں کے چکر میں پڑ کر کفریہ وشرکیہ اعمال اختیار کرتے ہیں۔

مسلمانو! ایک خدا کے پرستارو! تم تو دنیا کو دینے کے لیے آئے تھے۔ یہ کیا غضب ہے کہ تم ان کے دروں پر لینے جاتے ہو۔ تمہارے پاس قرآن جیسی عظیم الشان چیز ہے، اسکو پڑھو اور اسپر عمل کرو۔ اس میں تمہاری آخرت ودنیا کا نفع پوشیدہ ہے۔ گھروں میں روزانہ تلاوت کا معمول بناؤ، گھر میں ہر قسم کی برکتیں ورحمتیں نازل ہونگی۔

ایک غلطی کی اصلاح

مگر یہاں ایک بات ضرور یاد رہنا چاہئے کہ قرآن کے نزول کا مقصد محض

(۱) مشکوۃ:۱۸۹ (۲) تفسیر قرطبی:۱۱۲/۱ (۳) ابن ماجہ:۲۴۶

جسمانی بیماریوں سے شفا دینا، مرادوں کو پورا کرنا اور پریشانیوں کو دور کرنا نہیں ہے۔ وہ تو روحانی امراض (کفر وشرک، معصیت وبدعت) کو ختم کرنے آیا اور آخرت کی پریشانیوں کے ازالے کیلئے نازل ہوا۔ ہاں ضمناً دنیوی پریشانیوں اور جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا وحل کا کام دیتا ہے۔ مگر اسکو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر اللہ تعالی کسی مصلحت سے کبھی ظاہری بیماری اور پریشانی سے قرآن کو پڑھنے کے باوجود شفا نہ عطا کیا تو نعوذ باللہ قرآن غلط ہے یا بے اثر ہے۔ یاد رکھو! قرآن سے شفا کا حاصل ہونا اللہ کی مشیت وارداہ پر موقوف ہے۔ جیسے دواؤں سے شفا بھی اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ یہ دعوی کرنا کہ قرآن سے ضرور شفا ملے گی اور پھر قرآن کی صداقت کے لئے اس کو دلیل ٹہرانا غلط بھی ہے اور خطرناک بھی۔

بنگلور اور اطراف میں ایک صاحب نے عملیاتِ قرآنیہ کا سلسلہ شروع کیا۔ سنا ہے وہ نومسلم ہیں اور پیشہ سے ڈاکٹر ہیں۔ ان کی طرف سے لوگوں نے بتایا کہ وہ علاج کرتے ہیں اور شفا کی گیارنٹی دیتے ہیں اور پھر غیر مسلموں کے سامنے اس کو بطور دلیلِ صداقت پیش کرتے ہیں۔ میں نے اس پر مفصل فتوی لکھا اور اس میں بتایا کہ یہ دعوی بے دلیل بھی ہے اور خطرناک بھی۔ کیونکہ اگر خدا کی مصلحت کے تقاضے سے کسی کو شفا نہ ہوئی تو لوگ پھر قرآن کو نعوذ باللہ غلط قرار دیں گے اور صداقتِ قرآن پر حرف گیری کریں گے۔ اس لئے قرآن کو امراضِ جسمانیہ کے لئے بایں معنی ماننا چاہئے کہ اگر خدا چاہے تو اس کے ذریعہ سے شفا دے گا، مگر اس کو صداقتِ قرآن کا معیار قرار دینا غلط ہے۔ قرآن کی صداقت وحقانیت تو اس کے روشن دلائل و براہین اور دل میں اترنے والے اور عقلوں کو اپیل کرنے والے معانی ومضامین اور اسکی معجزانہ فصاحت وبلاغت اور سحر انگیز اسلوبِ بیان سے ظاہر ہے۔

قرآن سے فال نکالنے کا حکم:

یہاں ایک بات کی وضاحت بھی کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ عامل، قرآن سے فال نکالتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ قسمت کی بات قرآن نے بیان کی ہے۔ اس سلسلے میں اولاً تو یہ سمجھنا چاہئے کہ قرآن تو قسمت کا حال معلوم کرنے فال نکالنے ہی کو ناجائز اور شیطانی عمل قرار دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ علم غیب صرف اللہ کو ہے اور حدیثوں میں بتایا گیا ہے کہ غیب کی باتیں بتانے والوں کے پاس جانا بھی گناہ کی بات ہے اور ایسے لوگوں کے پاس جانے سے چالیس دن تک نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (۱)

تو سوچئے کہ خود قرآن کی قسمت کا حال اور غیب کی خبر جاننے کیلئے بطور فال استعمال کرنا کیسے جائز ہوگا؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی بات اس فال سے نکل آئے تو وہ ایک اتفاقی بات ہے جو صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی ہوسکتی ہے۔ اس بات کو قرآن کی طرف منسوب کرنا سراسر قرآن پر ظلم ہے۔ بس یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں نے قرآن کا اصل مقصد نہیں سمجھا، ورنہ ایسے لغو حرکات نہ کرتے۔ بحرحال ان لغویات کو چھوڑ کر مقصد کی طرف آنا چاہیے۔ ہاں اس سے ضمناً دیگر فوائد حاصل ہوں تو اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔ تو بحث قرآن کی تلاوت پر چلی تھی کہ اسکے دنیوی واخروی فوائد ہیں۔

قرآن کی فضیلت:

پھر اگر اسکو حفظ کر کے دل میں اتار لیا جائے تو پھر کیا پوچھنا۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حافظِ قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ بس تیرا درجہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہونچے۔ (۲)

(۱) مسلم: ۲/۲۳۳، حاکم: ۱/۸، مسند احمد: ۲/۴۲۹ (۲) ترمذی: ۲/۱۱۹

اور ایک حدیث غریب میں ہے کہ حافظِ قرآن کی اس کے خاندان کے دس ایسے آدمیوں کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (۱)

اللہ اکبر! کس قدر اونچا مقام ومرتبہ ہے۔ اس لیے اس کی طرف بھی توجہ کرنا چاہیے۔ اگر پورا نہ ہو سکے تو تھوڑا بہت جتنا ہو سکے یاد کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ:

جس سینے میں قرآن کا کوئی حصہ محفوظ نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۲)

غرض قرآن کی تلاوت بھی قرآن پاک کا ایک حق ہے۔

۞ تجوید وترتیل کی ضرورت:

مگر یاد رہے کہ تلاوت جسکی تاکید وترغیب آئی ہے وہ ایسی تلاوت ہے جس میں تجوید وترتیل کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ قرآن کریم میں حکم فرمایا گیا:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ (مزمل:۴)

(قرآن کو ترتیل سے پڑھو)

یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح پڑھو کہ حروف صاف صاف ان کے مخارج سے ادا ہوں اور اسکا لحاظ ہو کہ کہاں ٹھہریں اور کہاں نہ ٹھہریں۔

علماء نے فرمایا ہے کہ حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ورنہ لفظ کے معنی میں فساد کا اندیشہ ہے۔ مثلاً ایک لفظ ہے زکوۃ اور ایک ہے ذکوۃ۔ پہلا زا سے ہے اور دوسرا ذال سے ہے۔ زا سے زکوۃ کے معنی تو ہیں کہ مال کی زکوۃ ادا کرنا جو صدقہ کی ایک قسم ہے۔ اور ذال سے ذکوۃ کے معنی ہیں ذبح کرنا۔ اب غور کیجئے کہ کوئی شخص قرآن میں جہاں زکوۃ کا لفظ آیا ہے، اسکو ذال سے پڑھے گا تو کس قدر معنی بگڑ

(۱) ترمذی: ۱۱۸/۲ (۲) ترمذی: ۱۱۹/۲

جائیں گے۔اسی طرح کسی حرف کواس قدر کھینچنا کہ ایک اور حرف زائد ہوگیا تو یہ حرام ہے مثلاً ''الحمد'' کو''الحمدو'' کہنا حرام و ناجائز ہے۔اسی طرح اور بھی چیزیں ہیں جس سے یا تو معنی میں خرابی آتی ہے یا لفظ عربیت سے نکل جاتا ہے۔ یہ سب باتیں سیکھنا، قرآن کو صحیح طور پر پڑھنا واجب وضروری ہے۔

تجوید کے غلط معنی اور ایک لطیفہ:

اب لوگ تجوید وقرأت کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ خوب کھینچ تان کر اور آواز بنا کر گایا جائے۔خواہ اس آواز بنانے اور کھینچ تان کرنے سے معنی ہی بگڑ جائیں اور وہ قرآن قرآن نہ رہے۔بس لوگوں کو آواز چاہیے اور کھینچ تان چاہیے۔اور اگر کوئی صحیح قرآن پڑھے مگر بناوٹ نہ ہو اور سادہ انداز سے پڑھے،تو لوگ پسند نہیں کرتے۔اس پر ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ ایک قاری صاحب مدینہ سے آئے اور کسی علاقے میں قیام فرمایا۔ان کی تلاوت اور قرأت سے لوگ متأثر ہوئے۔اس گاؤں کا ایک لڑکا شوق میں آ کر ان کی نقل اتارنے لگا اور نقل کرتے کرتے ان کا لب ولہجہ سیکھ لیا مگر نہ اس کو احساس ہوا اور نہ گاؤں والوں کو کہ صرف لب ولہجہ اور آواز کا نام تجوید نہیں ہے بلکہ اس کو مستقل سیکھنا پڑھتا ہے۔لوگوں نے جب دیکھا کہ انکے گاؤں کا لڑکا قاری صاحب کی طرح پڑھتا ہے تو خوش ہو کر اس لڑکے کو قاری صاحب کی خدمت میں لئے گئے اور عرض کیا کہ قاری صاحب یہ لڑکا بھی آپ ہی کی طرح قرآن پڑھتا ہے، سن لیجئے۔لڑکے نے پڑھا تو قاری صاحب نے لاحول پڑھی کہ کوی حرف بھی ٹھیک نہیں پڑھتا۔سن کر خاموش بیٹھ گئے۔تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ہمارا لڑکا کیسا پڑھتا ہے؟ تو قاری صاحب نے فرمایا کہ یہ ایسا ہی قرآن پڑھتا ہے جیسے ہم عرب کے لوگ اردو بولتے ہیں،مکری،لکری،ککری۔یہ مکڑی لکڑی ککڑی کی گت بنائی ہے۔عرب کے لوگ ''ڑ'' نہیں بول سکتے''ڑ'' کی جگہ ''را'' بولتے ہیں۔

واقعی قاری صاحب نے حقیقت کھول کر رکھدی کہ جس طرح ڑ کی جگہ ر بولنے سے لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عربی کے حرفوں کو غلط پڑھنے سے معنی میں فساد آتا ہے۔ اسی کو سیکھنے کا نام تجوید ہے، نہ کہ آواز بنانے اور الفاظ کو بگاڑنے کا نام۔

❁ تجوید کے دو درجہ ہیں:

یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ تجوید کے دو درجہ ہیں: ایک درجہ فرض ہے۔ دوسرا مستحب۔ فرض کا درجہ یہ ہے کہ حروف کے مخارج اور انکی صفات لازمہ کا لحاظ رکھے اور اوقاف کی رعایت کرے۔ اور دوسرا درجہ مستحب ہے اور وہ یہ ہے اخفاء، اظہار ادغام کا اہتمام کرے اور معروف و مجہول کے فرق کی رعایت کرے۔ یہ سب باتیں یوں بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آتیں بلکہ کسی جاننے والے سے سیکھنا پڑھے گا۔

❁ چند مثالیں:

البتہ انکی اہمیت کی وضاحت کے لیے چند مثالیں عرض کرتا ہوں۔

اردو میں ایک لفظ ہے جنگ۔ اس کا نون ناک میں چھپا کر پڑھتے ہیں۔ اسی طرح پلنگ کا نون بھی ناک میں پڑھتے ہیں۔ اس کو ظاہر کرنے سے لفظ کی خوب صورتی میں فرق آجاتا ہے۔ اسی طرح عربی میں بعض جگہ نون کی آواز کو ناک میں چھپا کر پڑھتے ہیں، اسکو اخفاء کہتے ہیں جیسے انت، اسکو ظاہر کرنے سے خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک اور بات بھی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن میں حرکات کو معروف آواز سے پڑھنا چاہیے نہ کہ مجہول آواز سے۔ اسکو اس مثال سے سمجھئے۔ انگریزی میں ایک لفظ ہے شو (shoe) جس کے معنی ہیں جوتا۔ دوسرا لفظ ہے شو (show) جس کے معنی ہیں نمائش اور دکھاوا۔ جب پہلا لفظ پڑھا جائیگا تو جو آواز نکلتی ہے وہ معروف ہے اور جب دوسرا لفظ پڑھا جائے گا تو جو آواز نکلتی ہے وہ مجہول

ہے ۔اب غور کیجئے کہ کوئی جو تے کیلئے (show) شو کی آواز نکالے تو لوگ کیا کہیں گے۔ اسی طرح (lift) اور(left) کی آواز کا فرق ہے. پہلے کی آواز معروف ہےاوردوسرے کی مجہول۔مگرغورفرمائیے کہاس ذراسےفرق سےمعنی کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں ۔ اسی طرح قرآن میں معروف آواز پڑھنا چاہیے جیسے مغضوب میں ضوکومعروف پڑھنا چاہیے۔اگر چہ عربی میں معروف کی جگہ مجہول پڑھنے سے معنی نہیں بدلتے مگرلفظ کاحسن ختم ہوجاتا ہے۔غرض یہ درجہ مستحب کا ہے، مگراس کے بغیرقرآن پڑھنے کا لطف نہیں آتا۔آخرسوچئے کہ ہم انگریزی زبان اور اسکےلب ولہجہ کوسیکھنے کی جب فکرکرتے ہیں تو قرآن کوبہتر سےبہترانداز سے پڑھنے کی کیوں فکرنہیں کرتے۔

کیاقرآن کی تلاوت بغیرسمجھےدرست ہے؟

بعض لوگ قرآن کی تلاوت اورتجوید کی رعایت کوفضول سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل مقصدقرآن کے معانی ومضامین ہیں اوراگرمضمون سمجھ میں آجائے تو کافی ہے۔تلاوت کرنااور بنا کرقرآن پڑھنافضول ہے۔

مگر یہ بات غلط ہے۔ان لوگوں نےقرآن کوعام کتابوں پرقیاس کرلیا ہے کہ جیسے عام کتابوں کے مضامین کوسمجھ لیا جائےتو کافی ہے۔الفاظ کی رعایت کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ قرآن کوبھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں ۔مگرمعلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کے الفاظ بجائےخودمقصودومطلوب ہیں،جیسےاس کے معنی اورمضامین مقصود ہیں۔ اوراسکی واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے معنی کسی کومعلوم نہیں جیسے کہ **الم** ،**المر** ، **ص** ، **ق**، **حم** وغیرہ حروفِ مقطعات، کہ انکے معنی ہم نہیں جانتے ہیں مگرانکے پڑھنے پرثواب ملتاہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کےالفاظ بھی بجائےخودمقصود ہیں۔ہاں صرف تلاوت پر

اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ اسکے ساتھ قرآن کے معانی ومضامین کو بھی سمجھنا چاہئے ،مگر اس سے یہ مطلب لینا بھی درست نہیں کہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ گمراہی کی بات ہے۔ افسوس کہ آج اس ذہنیت کے بہت سے لوگ ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ لوگ نہ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور نہ بے سمجھے پڑھتے ہیں حالانکہ انکے نزدیک جب قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت ہے تو قرآن کو سمجھ کر پڑھنا چاہیے تھا۔ مگر یہ دونوں باتوں سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل ایک عبادت ہے، اسکو تجوید وترتیل کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

❁ تدبرِ قرآن:

قرآن پاک کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس میں غور وفکر کرے اور اس کے معانی اور مضامین کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ کلام کا مقصودِ اصلی یہی ہوتا ہے کہ اسکو سمجھا جائے اور اسکے مطابق عمل کیا جائے۔ لہذا قرآن جو کہ اللہ تعالی کا کلام ہے اور اس میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں سے خطاب فرمایا ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اور یہ کلام اللہ کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اور اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿أَفَلاَ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَا لُهَا ﴾ (محمد:۲۴)

(یعنی اللہ تعالی سوال کرتے ہیں کہ) یہ لوگ قرآن میں غور فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبر نہ کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہوں۔

علامہ قرطبی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن میں تدبر وتفکر واجب ہے۔(۱)

اور علامہ سیوطی الاکلیل میں فرماتے ہیں کہ آیت ''افلا یتدبرون القرآن'' قرآن میں تدبر کرنے پر ابھارا گیا ہے۔(۲)

غرض یہ کہ قرآن میں غور وفکر کرنا، اس کے معانی ومطالب کو معلوم کرنا ضروری اور لازم ہے۔

دو انتہا پسندانہ نظریات:

یہاں ایک بات بطور تنبیہ عرض کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ عوام میں آج دو قسم کی انتہا پسندانہ نظریات رائج ہیں: ایک یہ کہ بعض لوگ بغیر سمجھے قرآن مجید پڑھنے کو فضول اور لغو کہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا ہے۔ اکثر عوامی طبقہ اس کے بالکل برعکس قرآن مجید میں غور وفکر اور تدبر کو غیر اہم خیال کرتا ہے، بلکہ بعض جاہلوں کا عقیدہ یہاں تک فاسد ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن عام لوگوں کو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ یہ دونوں خیالات ونظریات غلط وانتہا پسندانہ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ بلافہم تلاوت بے کار ہے، وہ بھی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ بلافہم تلاوت پر ثواب ضرور ملتا ہے مگر اس کا مطلب یہ لینا کہ قرآن سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں یا یہ کہ قرآن سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں یہ بھی غلط بات ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لئے بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں، یہ بات غلط ہے۔(۳)

---

(۱) تفسیر قرطبی: ۲۹۰/۵ (۲) الاکلیل: ۸۸ (۳) تقویۃ الایمان: ۳۰

معلوم ہوا کہ قرآن نہ سمجھنا اوراس کے لئے یہ بہانہ کرنا صحیح نہیں بلکہ قرآن میں تدبر کرنا چاہیے۔

تدبر قرآن کے فوائد:

اوراس کا فائدہ یہ ہے کہ قرآن کے مضامین ومعانی دل میں اترتے ہیں اور انسان کو ہدایت مل جاتی ہے۔ کیا آپ نے سنا نہیں؟(۱) کہ حضرت عمرؓ اپنی مسلمان بہن و بہنوی کو مارنے کے لئے ان کے گھر گئے اور وہاں جا کر بہنوئی کو پیٹا، پھر بہن کو بھی مارا، جب تھک کر بیٹھ گئے تو خیال ہوا کہ چلو قرآن کو پڑھ کر دیکھیں کہ اس میں کیا ہے؟ جب بہن سے لے کر قرآن کی سورۂ طٰہٰ پڑھی اور عربی تو وہ تھے ہی، شاعر و فصیح اور خطیب و بلیغ بھی تھے، معنی سمجھا اوراس پر غور کیا تو نتیجہ کیا ہوا کہ اسلام میں داخل ہو گئے اور چلے تھے محمد ﷺ کا سر لینے، اب سر دینے کو چلے۔ یہ ہدایت قرآن سمجھنے سے حاصل ہوئی۔

اس پر اور ایک واقعہ یاد آ گیا جو حدیث میں آتا ہے کہ

قریش نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عتبہ بن ربیعہ کو بھیجا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے، اس نے آ کر کہا کہ آپ نے جو ایمان کی دعوت کا کام جاری کیا ہے، اس سے آپ کا مقصد اگر مال و دولت ہے تو ہم آپکو مال و دولت وافر طور پر دیں گے۔ اور حکومت چاہیے تو ہم قریش مکہ اپنا حاکم بھی بنانے تیار ہیں۔ اور اگر آپ کو عیش و عشرت چاہیے تو اس کے اسباب بھی جمع کر دیں گے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اب تم میری سنو۔ پھر سورہ حٰم سجدہ کی آیت تلاوت فرمائی اور سجدہ کی آیت پڑھی پھر سجدہ کیا اور عتبہ نے اپنے ہاتھوں کو پیچھے باندھے ان پر ٹیک لگا کر سنتا رہا۔ پھر جب واپس ہوا تو کفار جو اس کے منتظر تھے، کہنے لگے کہ یہ جس چہرے سے گیا تھا اس

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ متعدد کتب سیر و تاریخ میں ہے۔ دیکھو: سیرت ابن ہشام :۳۴۳/۳۴۶، تاریخ الخلفاء:۱۰۳ وغیرہ)

چہرے سے واپس نہیں آرہا ہے۔ عتبہ نے آکران سے کہا میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے ایسا کلام کبھی بھی نہیں سنا۔ قسم بخدا: نہ تو وہ شعر ہے اور نہ تو کہانت ہے اور نہ جادو ہے۔ (۱)

قرآن فہمی کے لیے استاذ کی ضرورت:

مگر یاد رکھو کہ قرآن فہمی بغیر استاذ کے حاصل نہیں ہوتی جیسے دنیوی علوم وفنون بغیر استاذ کے حاصل نہیں ہوتے۔ اس لئے خود قرآن سمجھنے کے بجائے اس کو جو اسکا ماہر ہے استاذ بنالینا چاہیے۔ ورنہ وہی حال ہوگا جیسے ایک صاحب نے خود بخود قرآن کا ترجمہ دیکھا اور پڑھا اور اس میں ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: اے ایمان والو! تم ''راعنا'' مت کہو ''انظرنا'' کہو۔ اس دن سے انہوں نے قرآن کی آیت سے راعنا کا لفظ نکال دیا اور کہنے لگے کہ اللہ میاں نے ہی تو فرمایا کہ راعنا مت کہو۔ حالانکہ یہ ایک خاص موقعہ کی آیت ہے۔ پھر اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر قرآن سے اس کو نکال دیا جائے تو پھر دوسرے پڑھنے والوں کو اس حکم کا پتا کیسے چلے گا۔

غرض خود ہی قرآن میں تدبر کے بجائے کسی با قاعدہ عالم سے اس کو سیکھے اور اسکو سمجھے۔

ہر آدمی کو اجتہاد کا حق نہیں ہے:

قرآن فہمی کا بیان آپ کے سامنے آ گیا مگر ایک بات یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن میں احکام کی آیتیں ہیں۔ ان میں اجتہاد کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے لیے متعدد علوم پر مہارت کی ضرورت ہے۔ اس لیے قرآن پڑھ کر اس کے عام مضامین سے فائدہ تو اٹھائے مگر خود ہی اپنی عقل سے ان میں اجتہاد

---

(۱) سیرت ابن ہشام: ۲۹۴/۱

نہ کرے۔ یہ کام فقہاء کرام کا ہے۔ اگر ہر آدمی اجتہاد کرے گا تو نہ معلوم کس بات سے کیا نتیجہ نکالے گا اور کیا گڑ بڑ کردے گا۔ اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ ایک گاؤں میں ایک شخص درخت پر چڑھ گیا، مگر چڑھنے کو تو چڑھ گیا، اترنا نہیں آتا تھا۔ بہت چیخا، چلایا، لوگ جمع ہوکر سوچنے لگے کہ کس طرح اسکو اتارے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں اس کو اتاروں گا، تم رسی لے آؤ، لوگ رسی لے آئے، اس نے رسی کو درخت پر اس آدمی کی طرف پھینکا اور کہا کو اس کو پکڑ کر اپنی کمر کو باندھ لے، یہ شخص نیچے سے زور سے جھٹکا دیا، وہ آدمی تو نیچے آ گیا، مگر اس کی روح اوپر چلی گئی، یعنی بے چارہ مر گیا۔ اب لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، تو نے یہ کیا کیا؟ تو کیا جواب دیتا ہے کہ میں نے اس طرح سے کئی آدمیوں کو کنویں سے نکالا ہے۔ واہ کیا اجتہاد ہے؟ کہ کنویں کے مسئلہ پر درخت کو قیاس کرلیا ہے۔ اس طرح ہر آدمی احکام کی آیت میں اجتہاد کرے گا تو سوائے گڑبڑی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

غرض یہ کہ ایک حق ہے تدبر قرآن۔ مگر کسی استاذ کی رہنمائی میں ہونا چاہیے۔ مگر آج جدت پسندوں اور ماڈرن اسلام کے داعیوں کا ایک طبقہ پیدا ہوا ہے، جو قرآن کی من مانی تشریح و تفسیر اور احکامِ قرآن میں بے موقعہ اجتہاد و استنباط کرتا ہے اور تمام علماء سلف و خلف کے خلاف رائے دیتا ہے۔ اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ یہ طبقہ علماء اسلام کو الزام دیتا ہے کہ انھوں نے قرآن و شریعت کو نہیں سمجھا۔ افسوس کہ علماء پر الزام رکھنے والے ان جدید مفسرین و جدید مجتہدین کی علمی حالت یہ ہے کہ قران صحیح پڑھنا بھی نہیں آتا۔ اور ان میں سے اکثر وہ ہیں جو عربی زبان سے اور شرعی علوم سے بالکل جاہل ہیں، پھر بھی اجتہاد کا دعوی ہے۔

غرض یہ کہ ساری باتیں جاہلانہ ہیں۔ لہذا عوام کو چاہیے کہ قرآن کو ضرور سمجھیں۔ مجتہد بننے کی کوشش نہ کریں۔ یہ فقہاء کرام کا کام ہے۔ ہاں فقہا سے پوچھ کر

ان کے احکام کو جو قرآن میں آئے ہیں سمجھیں۔

اطاعتِ قرآن:

قرآن مجید کا آخری اور سب سے بڑا حق یہ ہے کہ قرآن کی اطاعت کی جائے کیونکہ قرآن کا نزول ہوا ہی ہے اسی مقصد کے لیے۔اس میں اللہ تعالی نے جو احکام و قانون بیان فرمایا ہے اور جن جن باتوں کی تعلیم و ترغیب دی ہے، ان پر عمل کیا جائے اور جن چیزوں سے منع فرمایا اور جن چیزوں کی مذمت و برائی بیان کی ہے، ان سے پرہیز کیا جائے۔چنانچہ خود قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ

﴿وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ (انعام:۱۹)

یہ قرآن مجید مجھ پر نازل ہوا تا کہ میں تم کو اور جن جن لوگوں تک یہ پہنچے انکو اس کے ذریعہ ڈراؤں۔

یعنی اس کے احکام پر نہ چلنے اور اس کی اطاعت نہ کرنے کا وبال و عذاب سنا کر انکو ڈراؤں۔معلوم ہوا کہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔نیز قرآن میں متعدد مقامات پر قرآن کو ہدایت دینے والی کتاب کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا ہے۔کہیں فرمایا:

﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (بقرہ:۲)

(کہ تمام انسانوں کو ہدایت دینے والی کتاب ہے)

قرآن میں ہدایت ہے:

معلوم ہوا کہ قرآن ایک ہدایت نامہ ہے۔اس میں لوگوں کے لیے ہدایت کا مکمل سامان جمع کر دیا گیا ہے۔اور ہدایت کے معنی ہیں: اراءۃ الطریق (راستہ دکھانا) قرآن انسانوں کو زندگی گذارنے کا صحیح طریقہ دکھا تا ہے، اور ہر شعبۂ زندگی میں انکی رہنمائی کا کام کرتا ہے۔انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی ہو، پھر اجتماعی زندگی میں

عائلی وقبائلی زندگی ہو یا شہری ومدنی زندگی ہو، پھران زندگیوں کا کوئی پہلو ورخ کیوں نہ ہوقرآن ہر جگہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ یہ اسی لئے تو کرتا ہے کہ ہم اسکی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ اگر عمل مقصود نہ ہوتا تو یہ ہدایت نامہ بھیجا ہی کیوں جاتا؟۔

ایک خطرناک غلطی کا ازالہ:

یہاں ایک عام وخطرناک غلطی کا ازالہ بھی ہو گیا، جو اچھے اچھے پڑھے لکھے بلکہ دیندار لوگوں میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ بہت سارے لوگوں کے ذہنوں میں قرآن مجید کے بارے میں یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ قرآن محض پڑھنے کی چیز ہے اور اس پر ثواب مل جاتا ہے۔ جو ہم کو آخرت میں کام آئے گا۔ گویا کہ قرآن کا فائدہ صرف یہ ہے کہ اس کی تلاوت کا ثواب آخرت میں مل جائے گا۔ باقی دنیا میں قرآن کا کوئی فائدہ ذہنوں میں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک نہایت خطرناک غلطی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن کی تلاوت پر ثواب ملتا ہے جیسا کہ پہلے میں نے خود عرض کیا ہے، مگر یہ خیال باطل ہے کہ قرآن کا اس کے سواء کوئی فائدہ نہیں۔ حالانکہ دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے اللہ تعالی نے اسکو ایک ہدایت نامہ بنا کر نازل فرمایا ہے اور حکم ہے کہ ایک مؤمن کی پوری

زندگی قرآن مجید کے قانون واصول کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ عبادت ہو ،معاشرت ہو، معیشت ہو، اخلاقیات ہوں، سیاست ہو، معاملات ہوں، تمام کے تمام قانونِ قرآن کے احاطہ اور دائرہ میں ہونا چاہیے۔ مگر اب لوگ اس کے بجائے اپنی پوری زندگی کافروں، فاسقوں ،مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں، انگریزوں، ہندوؤں کے قانون کے مطابق گذارتے ہیں۔ معاشرت وتہذیب انگریزوں کی اختیار کرتے ہیں۔ تقریبات، شادی وغم میں ہندوؤں کے رسوم کو اپناتے ہیں۔ تجارت ومعاملات میں یہودیوں کی اسکیموں پر ایمان رکھتے ہیں۔ سیاسی معاملات میں کفار وفساق کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ کبھی خیال تک نہیں آتا کہ اللہ تعالی نے اپنی عظیم الشان کتاب قرآن مجید میں

ہماری زندگی کے تمام شعبوں کے لیے جب ہدایت فرما دی ہے تو ہم اس کے مطابق زندگی گذاریں بس قرآن کو آخرت میں ثواب جمع کرنے کے لیے تلاوت تک محدود کر رکھا ہے کیا یہ خطرناک غلطی نہیں ہے؟

اگر ہم سے پوچھا جائے تو:

سوچئے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالی ہم سے پوچھ لے کہ میں نے زندگی گذارنے کے لئے قرآن کو رہنمائی وہدایت کا سامان بنایا اور تم تک پہنچایا تا کہ اپنی زندگی اسکے مطابق بناؤ۔ مگر تم نے میرا قانون چھوڑ کر کبھی یہود کا، کبھی نصاری کا، کبھی ہندوں کا، کبھی مجوسیوں کا قانون اپنایا۔ بتاؤ! کیا اسی واسطے میں نے اسکو نازل کیا تھا؟ اگر ہم سے یہ پوچھا جائے تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ کیا اس وقت ہمارا دیندار طبقہ یہ کہہ کر چھٹکارا پا سکتا ہے کہ اے اللہ! ہم نے روزانہ اتنے پارے پڑھ کر ثواب جمع کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ یہ جواب کچھ کام نہ آئے گا۔ لہٰذا ذہن سے یہ نکال دینا چاہئے کہ قرآن صرف پڑھنے اور آخرت میں ثواب جمع کرنے کے لیے ہی ہے بلکہ قرآن دنیا میں زندگی گذارنے اور اپنے آپ کو اس قانون واصول پر ڈھالنے کے

لیے بھی ہے جس کا نتیجہ ضرور بالضرور آخرت میں نجات ہوگا۔ مگر کوئی صرف میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھے کہ میں تلاوت کو غیر مفید قرار دے رہا ہوں۔ نہیں بلکہ میرا منشا یہ ہے کہ جس طرح قرآن کا ایک حق تلاوت ہے۔ اسطرح بلکہ اس سے بڑا حق اطاعت ہے۔ اطاعت سے غفلت بلکہ ایک درجہ میں اعراض اور غیروں کے قوانین پر رضا، یہ خطرے کی بات ہے اور قرآن کو ہدایت نامہ نہ سمجھنا، محض تلاوت کیلئے مخصوص کرنا سخت خطرناک غلطی ہے۔

اطاعتِ قرآن کا محدود تصور:

اسی سلسلہ کی دوسری غلطی یہ ہے کہ بعض حضرات قرآن کی اطاعت کوتو ضروری سمجھتے ہیں اور عمل بھی اس پر کرتے ہیں ،مگر ان کے ذہنوں میں اطاعتِ قرآن چند مخصوص چیزوں تک محدود ہے۔ چند عبادات اور چند دیگر معاملات میں تو قرآن پر چلتے ہیں، مگر بے شمار اور چیزوں میں اطاعتِ قرآن سے غفلت کرتے ہیں۔ گویا بعض حصہ پر عمل کرتے ہیں اور بعض پر نہیں کرتے ،اوران دوسری چیزوں میں غیروں کے قانون پر راضی ہیں۔ مثلاً عبادات میں تو اللہ کا قانون لیتے ہیں مگر جب مسئلہ آتا ہے معاشرت کا، معاملات کا، سیاسیات کا تو غیروں کا قانون اپناتے ہیں۔ اوران کے نزدیک قرآن کی اطاعت یہ ہے کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوۃ ادا کرواور حج کرو۔ اسی طرح چند اور امور باقی زندگی من مانی گزارتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مکمل اطاعت واتباع ہواور ہر معاملہ میں اتباع واطاعت ہو۔ قرآن میں صاف حکم دیا گیا ہے:

﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (انعام:۱۵۵)

یعنی یہ (قرآن) مبارک کتاب ہے جو ہم نے نازل فرمائی ہے۔ پس تم اس کا اتباع کرو۔

ظاہر ہے کہ یہاں اسکی اتباع سے مراد پوری کتاب کی اتباع ہے۔ کچھ حصہ یا چند اجزاء کی اتباع نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (اعراف:۳)

یعنی جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اسکی اتباع کرو۔

یہاں ''ماانزل'' میں جو ''ما'' ہے اسکا عموم بتا رہا ہے کہ جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا وہ سب قابل اتباع ہے۔ لہذا تمام قرآن پر عمل کرنا چاہئے۔

۞ قرآن پر عمل کرنے کی فضیلت:

قرآن مجید پر عمل کرنے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے۔ بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ:

حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشافرمایا کہ جومؤمن قرآن پڑھتاہےاوراس پرعمل کرتا ہے۔اسکی مثال ایسی ہے جیسے ترنج؛ جس کا مزہ بھی عمدہ ہوتا ہےاورخشبوبھی عمدہ ہوتی ہےاور جومسلمان قرآن نہیں پڑھتااوراس پرعمل نہیں کرتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کھجور؛ کہ اس کا مزہ عمدہ ہے مگراس میں کوئی خوشبونہیں ہوتی۔(۱)

اس حدیث میں قرآن پرعمل کرنے والے مؤمن کوترنج سےتشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ترنج خوش منظر بھی ہوتا ہے،خوشبودار بھی ہوتا ہےاورمزےدار بھی ہوتا ہے۔ پھر پھل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ مختلف امراض میں دوائی کا کام بھی کرتا ہےحتی کہ اسکا چھلکا بھی دوا کے کام آتا ہے۔اسکے بیج سے تیل نکالا جاتا ہے،جس کے بہت سے طبی فوائد ہیں۔اس کا کھانا معدہ کی صفائی کا باعث اور ہاضمہ کا نظام اس سے درست ہوجاتا ہے۔(۲)

اس طرح مؤمن جوقرآن پرعمل کرتا ہے،اس کا ظاہر وباطن دونوں عمدہ ہوتے ہیں اوراس کی ہراداا ورعمل مفید ہوتا ہے۔اس کے پاس بیٹھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوتا اور روحانی خوشبوؤں سے روح کومعطر کردیتا ہے۔کس قدر بڑی فضیلت ہے اس مؤمن کی جوقرآن پڑھ کراس پرعمل کرتا ہے۔

۞ قیامت کے دن قرآن حجت ہوگا

نیز حدیث میں ہے کہ:

’’اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ‘‘(۳)

یعنی قرآن تیرے حق میں حجت ہوگا یا تیرے خلاف حجت ہوگا۔

---

(۱) بخاری:۲/۵۷۷ (۲) فتح الباری:۹/۶۲ (۳) مسلم:۱/۱۱۸

علامہ نوویؒ اسکی شرح فرماتے ہیں کہ یعنی تجھ سے فائدہ ہوگا، اگر تو نے اس پر عمل کیا۔ ورنہ تیرے خلاف حجت ہوگا۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ:

قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی: ان میں سے ایک قرآن ہوگا جو بندوں کے بارے میں حجت کرے گا۔ (۱)

یعنی جن لوگوں نے اس کے احکام پر عمل کیا، اس کے موافق گواہی دے گا۔ اور جن لوگوں نے عمل نہیں کیا، ان کے خلاف گواہی دیگا۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مؤمن کی شان یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرے:

بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی شان ہی یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صہیبؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرلیا (یعنی حرام کاموں کو حلال کی طرح اختیار کرلیا) اس نے قرآن پر ایمان نہیں رکھا۔ (۲)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے تاہم ترغیب کے لئے بیان کرنے کی گنجائش ہے جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی حرام کردہ چیزوں سے نہ بچنا مومن کا کام نہیں ہوسکتا یہی ہے کہ عمل کی تاکید کی گئی۔

قرآن پر عمل کرنے کا ثواب:

پھر قرآن پر عمل کرنے کا ثواب بتا کر اس طرف راغب کیا گیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجاً يَوْ مَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُ هَا اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْ تِ الدُّنْيَا لَوْ كَا نَتْ بِكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِا لَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا. (۳)

(۱) مشکوۃ: ۱۸۶ (۲) مشکوۃ: ۱۱۹ (۳) ابوداؤد: ۱/۲۰۵

کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا، اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائیگا، جس کی روشنی اس سورج سے بہتر ہوگی جو تمہارے گھروں میں لاکر لگادیا جائے۔ اب تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا گمان ہے جس نے خود اس پر عمل کیا۔ یعنی اگر سورج کو گھر میں لاکر لگا دیا جائے تو جیسی روشنی ہوگی اس سے زیادہ اس تاج کی روشنی ہوگی۔ یہ تاج قرآن پر عمل کرنے والے کے والدین کو پہنا یا جائے گا۔ اب اندازہ کرو کہ خود عمل کرنے والے کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا؟

غرض یہ کہ محض قرآن پڑھنا کافی نہیں بلکہ عمل ضروری ہے۔

۞ قرآن پڑھنے والے کیسے ہوتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بڑی عجیب بات فرمائی کہ حاملِ قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رات کی (عبادت سے) پہچانا جائے جبکہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اور وہ اپنے دن (میں قانون خدا پر عمل) سے پہچانا جائے جبکہ لوگ حد سے گزر رہے ہوں۔ اور وہ اپنے غم سے پہچانا جائے جبکہ لوگ تفریح بازی میں مشغول ہوں۔ اور وہ اپنے رونے سے پہچانا جائے جبکہ لوگ ٹھٹا مار رہے ہوں۔ اور وہ اپنی خاموشی سے پہچانا جائے جبکہ لوگ باتوں میں مشغول ہوں۔ اور وہ اپنے خشوع سے پہچانا جائے جبکہ لوگ فخر وغرور میں مبتلا ہوں۔ (۱)

یہ ہے صحیح معنی میں حامل قرآن جس کی ہر ادا قرآن کے مطابق ہوتی ہے۔

۞ قرآن کا نزول عمل کے لئے ہوا ہے:

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا نزول ہوا ہی ہے عمل کرنے کے لیے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ اس پر لوگ عمل کریں مگر لوگوں نے اس کے پڑھنے ہی کو ایک عمل بنالیا۔ تم میں سے ایک آدمی قرآن کو شروع سے آخر تک اس طرح پڑھ جاتا ہے کہ ایک حرف بھی ساقط نہیں کرتا مگر اس پر عمل کو ساقط کردیتا ہے۔ (۲)

(۱) احیاء العلوم: ۱/۲۷۴ (۲) احیاء العلوم: ۱/۲۷۵

اور سلف کا یہی طریقہ تھا کہ قرآن میں جو پڑھا، اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔
حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے لوگ (صحابہ تابعین) قرآن کو اپنے رب کے خطوط سمجھ کر پڑھتے، رات میں اس پر غور وفکر کرتے اور دن میں اس کو نافذ کرتے۔(۱)

غرض قرآن مجید کا یہ بڑا حق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اس کے احکامات میں سے اوامر پر پابندی کی جائے اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز کیا جائے۔

حرف آخر:

یہ پانچ حقوق ہیں قرآن کریم کے، جن کی تفصیل آپ کے سامنے رکھی گئی۔ پہلا عظمت۔ دوسرا محبت۔ تیسرا تلاوت مع الصحۃ۔ چوتھا تدبر۔ پانچواں اطاعت۔ جو شخص ان کو ادا کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت دونوں جگہ کامیابی عطا فرمائے گا اور جو ان حقوق کو ضائع کرے گا وہ کامیابی سے محروم ہوگا۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان حقوق کو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش کرے تاکہ کامیابی وسرخ روئی حاصل ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام اہل اسلام کو حقوقِ قرآن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

احقر محمد شعیب اللہ خان
ناظم مدرسہ مسیح العلوم

---

(۱) احیاء العلوم: ۲۷۵/۱